Volume 03, Issue 01,
January-March 2025
PP: 197-217
Open Access on:
www.alimanjournal.com

AL-IMAN
Research Journal
P-ISSN: 3006-1261 E-ISSN: 3006-127X

غلام احمد پرویز کے نظریات کی روشنی میں روایتی مذہبی تصورات کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

Ghulām Aḥmad Parvēz's Thought: An Analytical Review of Traditional Religious Practices

Dr. Muhammad Akram[1]*, Muhammad Saad[2]

Article History

Received
12-02-2025

Accepted
26-03-2025

Published
30-03-2025

Indexing

Abstract

This study presents an analytical review of traditional religious practices such as wasīlah (intercession), taʿvīz va dam (amulets and incantations), and ʿurs (saintly commemorations) in the perspective of Ghulam Ahmad Parwez's thought. Parwez, a prominent twentieth-century Qur'an-oriented reformist scholar, critically challenged ritualistic and mystical elements that, in his view, emerged from post-Qur'anic traditions and cultural influences rather than from the original Islamic message. According to Parwez, practices involving the seeking of spiritual assistance through saints, objects, or rituals undermine the Qur'anic concept of tawḥīd and human accountability, shifting focus from personal effort and Divine guidance to intermediaries and supernatural expectations.

This research explores Parwez's epistemological framework, which prioritizes the Qur'an as the sole authoritative source for belief and practice, while questioning the role of classical jurisprudence, Sufi traditions, and popular religiosity in shaping Muslim society. The study further examines his criticism of shrine culture and the commercialization of religious rituals, arguing that such practices reinforce passivity, social stagnation, and dependency on religious authorities. Through textual analysis of Parwez's writings and contemporary scholarly evaluations, the research highlights both the strengths and limitations of his reformist approach.

The findings suggest that Parwez's critique contributes significantly to modern Islamic reform discourse by advocating rationality, socio-economic development, and direct engagement with the Qur'anic worldview. However, his dismissal of centuries-old interpretive traditions has also been viewed as reductionist by many scholars. Overall, the study offers a balanced assessment of Parwez's perspectives and their implications for understanding traditional religious practices in contemporary Muslim contexts.

Keywords:
Ghulām Aḥmad Parvēz, Traditional Religious Practices, Islamic Reform, Tawḥīd, Shrine Culture, Qur'an-Oriented Approach, Popular Religiosity.

[1] *Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad.*
akramfqchfd@gmail.com ****Corresponding Author***
[2] *Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus.*

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ناقدین تصوف نے نذر، تصور وسیلہ، تعویز ودم اور عرس پر نقد کیا ہے۔ غلام احمد پرویز نے نذر کو غیر شرعی فعل قرار دیا ہے۔ اس کے خیال میں وہابی مسلک کے سوا تمام اسلامی فرقے مزاروں پر منتیں مانگتے ہیں جو کہ غیر شرعی فعل ہے۔ موصوف کے نقد کا قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا۔ نذر کے لغوی واصطلاحی معانی کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا، تاکہ نذر کے مفہوم کی وضاحت ہو سکے۔

نذر کا قرآن وسنت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لے کر شرعی حیثیت کو واضح کیا جائے گا۔ غلام احمد پرویز نے تصور وسیلہ کو مورد نقد ٹھہرایا ہے، وسیلہ اور استمداد کے بارے ناقدین کے نقد کا جائزہ قرآن وسنت کی روشنی میں لیا جائے گا۔ غلام احمد پرویز قرآن کریم کے سوا کسی شے کے وسیلے کے قائل نہیں۔ اس کے الفاظ میں خدا اور بندوں میں تعلق کا وسیلہ اس کی کتاب ہے اور خدا اور انسان کے درمیان دوسرے انسانوں کے لیے ذریعہ بننے کا تصور غیر قرآنی ہے۔ قرآن وسنت سے توسل واستمداد کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا تاکہ حقیقت تک رسائی حاصل کی جائے۔

تیسرا مسئلہ تعویز ودم ہے۔ غلام احمد پرویز نے تعویزات پر نقد کرتے ہوئے دو سوالات اُٹھائے ہیں۔ اول: تعویزات کے متعلق تمام احادیث وضعی ہیں۔ دوم: تمام قسم کے خرافات صدر اول میں موجود نہ تھے۔ دونوں سوالات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا، تاکہ حقیقت تک رسائی حاصل ہو۔ ناقدین کے ہاں چوتھا اہم مسئلہ عرس ہے، موصوف عرس کو عیسائیت سے ماخوذ قرار دیتے ہیں اور غیر شرعی فعل قرار دیتے ہیں۔ موصوف کے نقد کا احادیث مبارکہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا کہ عرس کی حقیقت وحیثیت کیا ہے۔ بعد ازاں تجزیہ میں مسئلہ کی حقیقت کا ذکر کیا جائے گا۔

تصور وسیلہ، تعویز ودم اور عرس پر نقد کا جائزہ

مزارات صوفیہ کے متعلقہ امور میں ایک اہم مسئلہ زائرین کا اہل قبور پر نذر ونیاز کا فعل ہے۔ غلام احمد پرویز نے نذر ونیاز پر نقد کرتے ہوئے اس کا سبب معاشرتی بدنظمی اور مایوسی قرار دیا ہے۔

نذر ونیاز پر نقد کا جائزہ

غلام احمد پرویز کے نزدیک انسان کی بے بسی کا عالم ہے کہ مزاروں پر مرادیں مانگنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس فعل کو معاشرتی مایوسی کا شاخسانہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''اور نہ بیماریوں کا علاج لوگوں کی دسترس کے اندر ہو تو وہ مایوس ہو کر اس قسم کے توہم پرستانہ سہاروں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ پاکستان میں یہی صورت حال پیدا ہو چکی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہاں پیری مریدی، قبر پرستی، گنڈے تعویز اور ورد وظائف کا چلن عام ہو رہا ہے اور جوں جوں معاشرہ میں بدنظمی اور بدعنوانی بڑھتی جاتی ہے۔ مزاروں پر مرادیں مانگنے والوں کے ہجوم اور آستانوں پر مایوسیوں کے انبوہ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ بے کس اور بے بس انسان تنکوں کے سہارے نہ تلاش کرے تو اور کیا کرے۔''(1)

غلام احمد پرویز کے نقد کے مطابق نذر ونیاز اور مرادیں مانگنا ماحول کی پیدا کردہ مایوسی ہے۔ بے بسی کے عالم میں اس فعل کو اختیار کرتے ہیں تحقیق طلب امر یہ ہے کہ نذر ونیاز کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اہل حدیث حضرات کے عقائد تصوف کے بارے غلام احمد پرویز لکھتے ہیں:

> ''عام طور پر سمجھا جاتا ہے کہ اہل حدیث حضرات (جنہیں عرف عامہ میں وہابی کہا جاتا ہے) تصوف کے قائل نہیں لیکن یہ خیال درست نہیں۔ تصوف کے وہ بھی اسی طرح قائل ہوتے ہیں جس طرح دوسرے مسلمان، فرق صرف اتنا ہے کہ وہ

مزاروں پر منتیں نہیں مانتے اور چڑھاوے نہیں چڑھاتے، جہاں تک تصوف کے عقائد کا تعلق ہے وہ بھی دوسروں سے پیچھے نہیں۔" (2)

غلام احمد پرویز کے نزدیک مزارات پر نذر و نیاز دینے والوں کا ہجوم رہتا ہے اور یہ معاشرتی بد نظمی اور توہم پرستی کا ردِ عمل ہے۔ موصوف کے نزدیک وہابی مسلک کے سوا تمام اسلامی فرقے مزاروں پر منتیں مانگتے ہیں، جو کہ غیر شرعی عمل ہے۔ موصوف کے نقد کا قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا۔ نذر کے لغوی و اصطلاحی معانی کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا تاکہ نذر کے مفہوم کی وضاحت ہو سکے۔ نذر و نیاز کا قرآن و سنت کی روشنی میں تحقیقی جائزہ لے کر شرعی حیثیت کو واضح کیا جائے گا۔

نذر کے لغوی و اصطلاحی معانی

"المفردات" میں نذر کے معانی کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"نذر یہ ہے کہ کسی واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے تم اپنے اوپر اس عبادت کو واجب کر لو جو تم پر پہلے واجب نہیں تھی اور تم یہ کہو کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس عبادت کی نذر مانی ہے۔" (3)

نذر کا اصطلاحی معنٰی

نذر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ "فتح الباری" میں لکھتے ہیں:

"نذر کی سب سے عمدہ قسم یہ ہے کہ جب انسان کسی مرض سے شفاء پا جائے تو کہے کہ مجھ پر نذر ہے کہ میں اللہ کے لیے اتنے روزے رکھوں گا یا مجھ پر نذر ہے کہ میں اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے اتنی چیزوں کا صدقہ کروں گا اور اس نذر کو کسی چیز پر معلق نہ کرے اور اسی کے قریب وہ نذر ہے جس میں کسی عبادت کو کسی کام پر معلق کیا جائے۔ مثلاً یوں کہے کہ اگر اللہ نے میرے مریض کو شفاء دی تو میں اتنے روزے رکھوں گا یا اتنی نمازیں پڑھوں گا۔" (4)

مذکورہ تعریفات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ نذر سے مراد وہ چیز (عبادت/صدقہ) ہے جو کوئی شخص اپنی مراد کے عوض اپنے اوپر واجب کر لیتا ہے۔

قرآن کریم کی روشنی میں نذر کا مطالعہ

قرآن کریم کی روشنی میں نذر کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا۔ ایفائے نذر کے بارے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

"يوفون بالنذر و يخافون يوماً كان شره مستطيراً" (5)

ترجمہ: جو لوگ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن کی گرفت یا عذاب چاروں طرف پھیل جائے گا۔

آیت مذکورہ کی تفسیر "جامع البیان" میں یوں مذکور ہے:

"قتادہ نے کہا: جو لوگ نماز، روزہ، حج، عمرہ اور دیگر فرائض کی اللہ کی اطاعت میں نذر مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ابرار رکھا ہے۔" (6)

نذر کے بارے القرطبیؒ مالکی کی رائے حسب ذیل نقل کی جاتی ہے:

"اب رہا یہ سوال کہ پھر نذر کا ماننا حرام ہے یا مکروہ ہے؟ تو علماء کا معروف مذہب یہ ہے کہ نذر ماننا مکروہ ہے اور میں کہتا ہوں کہ میرے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ جس کے حق میں اس فاسد کا خطرہ ہو اس کا نذر ماننا حرام ہے اور جس کا یہ اعتقاد نہ ہو اس کا

نذر ماننا مکروہ ہے، بہر حال جب بھی نذر مانی جائے خواہ وہ کسی طرح ہو اس کو پورا کرنا واجب ہے، کیوں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کی اطاعت کی نذر کی وہ اس کی اطاعت کرے۔" (7)

"صحیح مسلم" میں ایفائے نذر کے متعلق ایک روایت یوں مرقوم ہے:

"حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے قرن میں ہوں گے۔ پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ پھر ان کے بعد ایک ایسی قوم آئے گی جو نذر مانیں گے اور اس کو پورا نہیں کریں گے وہ خیانت کریں گے اور امانت داری نہیں کریں گے۔ وہ شہادت دیں گے اور ان سے شہادت طلب نہیں کی جائے گی اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو گا۔" (8)

فقہاء کے تحقیقی مطالعہ سے عیاں ہوا کہ نذر فی نفسہٖ جائز ہے۔ اس وقت ممنوع ہو جاتی ہے جب بندہ یہ اعتقاد رکھے کہ وہ نذر کے ذریعے ایسی چیز کو حاصل کرے گا جو اس کے مقدر میں نہیں۔

ایفائے نذر احادیث کی روشنی میں

احادیث مبارکہ سے نذر کے بارے تحقیقی مطالعہ کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے ایک روایت یوں منقول ہے:

"حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرو۔" (9)

"ابوداؤد" میں معصیت کی نذر پوری نہ کرنے کے بارے روایت یوں منقول ہے:

"حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اللہ کی اطاعت کی نذر مانی ہے وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جس نے اللہ کی معصیت کی نذر مانی ہے وہ اللہ کی معصیت نہ کرے۔" (10)

قرآن و سنت کا مطالعہ نذر کی شرعی حیثیت کا اثبات کرتا ہے اور اپنی نذروں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے جاہلیت کی نذر پوری کرنے کی تاکیدی ہدایت فرمائی۔ آپ ﷺ نے نذر پوری نہ کرنے والوں کی مذمت فرمائی۔

نذر کی اہمیت و حیثیت

نذر کی حیثیت کے بارے "صحیح بخاری" میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت یوں مرقوم ہے:

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے نذر ماننے سے منع فرمایا اور فرمایا: نذر کسی چیز کو ٹال نہیں سکتی اور نذر بخیل سے عبادت نکالتی ہے۔" (11)

"سنن نسائی" میں نذر کی حیثیت یوں بیان کی گئی ہے:

"حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نذر ماننے سے ابن آدم کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں آسکتی جو اس سے پہلے مقدر نہ ہو چکی ہو، لیکن تقدیر اس کے لیے وہ چیز لے آتی ہے جو اس کے لیے پہلے مقدر ہو چکی ہو۔ نذر بخیل سے اس کی عبادت کو نکالتی ہے۔" (12)

نذر کے بارے احادیث مبارکہ رہنمائی کرتی ہیں کہ نذر کے ذریعے کسی ایسی چیز کو حاصل نہیں کیا جا سکتا جو انسان کے مقدر میں نہیں، لہٰذا ایسا اعتقاد رکھنے سے منع فرمایا۔

ممنوع نذر کی وضاحت

قاضی عیاض بن موسیٰ مالکیؒ نذر کی ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اور حدیث میں نذر ماننے کی ممانعت کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ نذر ماننے والے نے جب تک نذر نہیں مانی تھی۔ اس وقت تک اس نے وہ عبادت نہیں کی تھی اور وہ اس شرط پر اس عبادت کو کرتا ہے کہ اس کا وہ کام ہو جائے، جس کے لیے اس نے اس عبادت کی نذر مانی تھی اور اس کی یہ عبادت گویا کہ اس کا معاوضہ ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے قرب کی زینت خراب ہو جاتی ہے اور وہ اجر نہیں ملتا جو خالص عبادت پر ملتا ہے''(13)

نذر کی ممانعت کے بارے ابن الاثیر الجزریؒ نقل کرتے ہیں:

''احادیث میں نذر سے ممانعت کا ذکر بہت آیا ہے اور یہ نذر کی تاکید اور اس میں نذر کے واجب ہونے کے بعد اس کو پورا کرنے میں سستی سے ڈرانا ہے اور اس سے مقصود نذر سے جھڑ کنا ہوتا ہے، تاکہ نذر نہ مانی جائے۔ تو اس میں نذر کے حکم کو باطل کرنا ہوتا ہے اور اس کو پورا کرنے کے لزوم کو ساقط کرنا ہوتا ہے۔ کیوں کہ ممانعت کے بعد نذر ماننا گناہ ہوتا اور اس کو پورا کرنا لازم نہ ہوتا اور ممانعت کی احادیث کی توجیح یہ ہے کہ لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ نذر اس کے مقصود کو جلد کھینچ کر نہیں لاتی اور نہ ان سے جلد کسی ضرر کو دور کرتی ہے اور نہ ان سے قضا اور تقدیر کو ٹالتی ہے۔ تو گویا آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس طرح نذر نہ مانو۔ گویا تم نذر مان کر اس چیز کو حاصل کر لو گے جو تمہارے لیے مقدر نہیں کی گئی یا تم نذر سے کسی ایسی مصیبت کو دور کر دو گے جو تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے۔ پس تم اس قسم کے اعتقاد سے نذر نہیں مانو گے تو پھر تم اس نذر کو پورا کرو۔ کیوں کہ تم نے جس عبادت کی نذر مان لی ہے وہ تم پر لازم ہے۔''(14)

ممنوع نذر ختم کرنے کی اجازت

''سنن ترمذی'' میں حضرت عمران بن حصین سے روایت یوں منقول ہے:

''حضرت عمران بن حصین سے ایک طویل حدیث مروی ہے اور اس کے آخر کے الفاظ میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی معصیت میں نذر کو پورا کرنا جائز نہیں اور نہ اس چیز کی نذر ماننا جائز ہے، جس کا ابن آدم مالک نہیں ہے۔''(15)

آپ ﷺ نے پیدل حج کی نذر سے منع کر دیا، ''سنن ابو داؤد'' میں روایت مرقوم ہے:

''حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عقبہ بن عامر کی بہن نے یہ نذر فرمائی ہے کہ وہ پیدل حج کرے گی۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کی نذر سے مستغنی ہے اس سے کہو کہ سوار ہو۔''(16)

آپ ﷺ نے ایک شخص کو دھوپ میں کھڑا رہنے کی نذر سے منع کر دیا۔ ''صحیح بخاری'' میں روایت نقل کی گئی ہے:

''حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا ایک آدمی (دھوپ) میں کھڑا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا۔ صحابہ نے بتایا کہ اس نے نذر مانی تھی کہ یہ کھڑا رہے گا اور بیٹھے گا نہیں اور سائے میں نہیں رہے گا اور یہ بات نہیں کرے گا اور روزے رکھے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے کہو کہ باتیں کرے اور سائے میں رہے اور بیٹھے اپنا روزہ پورا کرے۔''(17)

ایسی نذر جو انسان کو مشقت میں ڈالنے والی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے ایسی نذر کو ختم کرنے کے احکامات صادر فرمائے۔ کیوں کہ اسلام آسان دین ہے۔ مشقت والے اعمال چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے۔

مالی نذر میں تبدیلی کی اجازت

ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کو کل مال کے صدقہ کرنے کی نذر سے منع کر دیا گیا۔ روایت ''سنن ابو داؤد'' میں یوں مرقوم ہے:

''حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کے اس گھر کو چھوڑ دوں جس میں میں نے گناہ کیا تھا اور میں اپنے تمام مال کو اللہ کے لیے صدقہ کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے تہائی مال کو صدقہ کرنا کافی ہے۔''(18)

''سنن نسائی'' میں کل مال کے صدقہ کی نذر سے ممانعت کی حدیث یوں مرقوم ہے:

''حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنا کل مال اللہ اور اس کے رسول کی طرف صدقہ کر دوں۔ رسول ﷺ نے فرمایا: تم اپنا بعض مال روک لو یہ تمہارے لیے بہتر رہے گا۔ میں نے کہا: خیبر میں جو میرا حصہ ہے میں اس کو رکھ لیتا ہوں''(19)

احادیث سے واضح ہوا کہ مالی نذر میں تبدیلی کی گنجائش موجود ہے۔ اگر کل مال صدقہ کرنے کی نذر مانتا ہے تو ضرورت کا مال رکھنا مباح ہے۔

شرائط نذر

ردالمختار میں نذر کی شرائط کو یوں بیان کیا گیا ہے:

''(1) جس کام کی نذر مانی ہے وہ کام لذاتہٖ معصیت اور گناہ نہ ہو۔ اس لیے عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کی نذر ماننا صحیح ہے کیوں کہ وہ معصیت لغیرہٖ ہے (2) جس چیز کو عبادت میں خرچ کرنے کی نذر مانی ہے وہ اس کی ملکیت سے زائد نہ ہو یا وہ چیز کسی اور کی ملکیت میں نہ ہو۔ مثلاً اس نے ایک ہزار روپے صدقہ کرنے کی نذر مانی اور اس کے پاس صرف سو روپے ہیں تو اس پر صرف سو صدقہ کرنے واجب ہوں گے (3) جس عبادت کی نذر مانی ہے اس کا کرنا محال نہ ہو۔ مثلاً اس نے گزشتہ کل کے روزے یا اعتکاف کی نذر مانی تو اس کے لیے یہ نذر صحیح نہیں ہے (4) اگر اس نے صاحب نصاب پر صدقہ کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں۔ الّا یہ کہ وہ مسافر صاحب نصاب پر صدقہ کرنے کی نیت کرے اور اگر اس نے ہر نماز کے بعد تسبیحات پڑھنے کی نذر مانی تو یہ نذر لازم ہو گی اور اگر اس نے یہ نذر مانی کہ وہ ہر روز اتنی مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھے گا تو اس پر یہ نذر لازم ہو جائے گی''(20)

نذر خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہو، عبادت الٰہی میں کسی غیر کی نذر حرام ہے۔ عبادت میں کسی غیر کو شریک کرنا شرک کے زمرے میں آتا ہے، جس کی نبی کریم ﷺ نے مذمت کی۔

شرک کی تردید

''صحیح مسلم'' میں شرک کی مذمت میں ایک روایت کو یوں نقل کیا گیا ہے:

''حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میں تمام شرکاء کے شرک سے مستغنی ہوں اور جس شخص نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے غیر کو شریک کیا۔ میں اس عمل کو اور اس کے شرک کو ترک کر دیتا ہوں۔''(21)

تجزیہ

نذر اگر کسی مطلوب چیز کی غرض کی شرط کے بغیر محض کسی چیز کے ملنے پر عبادت الٰہی کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح ہے۔ اگر اس نے اس لیے نذر مانی کہ وہ کام ہو تو پھر عبادت کروں گا تو نذر حرام یا مکروہ ہے۔ کیوں کہ حدیث مبارک میں ہے کہ کسی کو عبادت میں اللہ کے سوا مطلوب نہ رکھو۔ لہٰذا زائرین کسی دربار پر نذر مانتے ہیں اگر میرا یہ کام صاحب قبر کے توسل سے اللہ تعالیٰ نے کر دیا تو میں اتنی نیاز صاحب قبر کے زائرین کے لیے خرچ کروں گا پھر یہ نذر درست ہے۔ اگر اس کے سوا نذر مانیں تو شرک کے زمرے میں آئے گی۔

تصور وسیلہ پر نقد کا جائزہ

ناقدین تصوف نے تصور وسیلہ کو مورد نقد ٹھہرایا ہے، وسیلہ اور استمداد کے بارے ناقدین کے نقد کا جائزہ قرآن و سنت کی روشنی میں لیا جائے گا۔ غلام احمد پرویز قرآن کریم کے سوا کسی ہستی کو وسیلہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ تصور وسیلہ پر نقد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''خدا اور بندوں میں تعلق کا وسیلہ اس کی کتاب ہے جس کے مطابق عمل کرنے سے انسان خدا کا عبد بن جاتا ہے، خدا اور انسان کے درمیان دوسرے انسانوں کے لیے ذریعے بننے کا تصور غیر قرآنی ہے، اسی لیے اس نے واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ ''اذاسالک عبادی عنی فانی قریب'' جب اے رسول تجھ سے میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو ان سے کہہ دو کہ میں ان سے قریب ہوں اتنا قریب کہ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان میں ہر اس شخص کی پکار کا جو مجھے پکارتا ہے جواب دیتا ہوں۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون (22) انہیں چاہیے کہ میری فرماں برداری اختیار کریں مجھ پر ایمان رکھیں تا کہ انہیں رشد و ہدایت مل جائے''(23)

کتاب اللہ کے سوا فکر پرویز میں ہر وسیلے کا تصور غیر قرآنی ہے۔ وہ توسل اور استمداد پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مدفون حضرات کے متعلق یہ عقیدہ بھی وضع کیا گیا کہ یہ اپنے عقیدت مندوں کی دعائیں سنتے ہیں۔ ان کی مرادیں پوری کرتے ہیں ان کے حالات سے باخبر رہتے ہیں۔ عندالضرورت ان کی مدد کو پہنچتے ہیں۔ روحانی طور پر ہی نہیں بلکہ جسمانی پیکروں کے ساتھ۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں موجود تھے وہ اپنے مزاروں پر حاضری دینے والوں کو دیکھتے ہیں۔ ان کی سنتے ہیں۔ ان کے نذرانے وصول کرتے ہیں اور ان کے بدلے میں ان کی منہ مانگی مرادیں پوری کرتے ہیں۔ یہ عقائد تصوف میں ہمہ گیر ہیں۔''(24)

فکر غلام احمد پرویز کے مطابق خدا اور بندے کے درمیان وسیلے کا تعلق غیر قرآنی ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اس تنقیدی فکر کا مطالعہ کیا جائے گا۔ شریعت اسلامیہ میں وسیلے کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ سنت نبوی میں استمداد و توسل کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا۔

مسئلہ تحقیق: توسل اور استمداد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

حدیث مبارکہ سے توسل کا تحقیقی مطالعہ کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے نزدیک وسیلے کی حیثیت کیا ہے اور اس تصور وسیلہ کے متعلق تعامل صحابہ میں فکری حیثیت کیا ہے؟

وسیلہ کے لغوی و اصطلاحی معانی

''المفردات'' میں وسیلہ کا معنیٰ یوں بیان کیا گیا ہے:

''کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنا وسیلہ ہے اور اللہ کی طرف وسیلہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت کے ساتھ اس کے راستہ کی رعایت کرنا اور شریعت پر عمل کرنا اور اللہ کا وسیلہ اللہ کا قرب ہے''(25)

''لسان العرب''میں وسیلہ کے معنٰی یوں بیان ہوئے ہیں:

''جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے''(26)

ابن اثیر الجزریؒ نے وسیلہ کے معنٰی یوں بیان کیے ہیں:

''جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس کا قرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔''(27)

مذکورہ تعریفات کی روشنی میں معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جس کے ذریعے قرب الٰہی حاصل ہو وسیلہ کہلاتی ہے۔

محققین اور تصور وسیلہ

محققین کی تحقیقی آراء سے تصور وسیلہ کی حیثیت واہمیت کا جائزہ لیا جائے گا۔

آیت وسیلہ اور ابن تیمیہؒ کا نظریہ

امام ابن تیمیہؒ وسیلے کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ سے دعاء کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیر ہم کے حق میں سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعاء کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو اور یہ دعاء صحیح ہے کیوں کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالٰی ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے حالاں کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔(28)

تصور وسیلہ اور محمد بن جزریؒ کا نظریہ

محمد بن محمد جزریؒ وسیلہ کے بارے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے''(29)

مذکورہ محققین کی آراء کی روشنی میں وسیلہ سے مراد انبیاء اور صالحین کی ذوات قدسیہ ہیں۔ وسیلے کی تعریفات کے بعد اس کی شرعی حیثیت کے تعین کے لیے احادیث مبارکہ کا تحقیقی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اولیاء سے توسل

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی روایت میں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے توسل سے فتح کی نوید سنائی گئی ہے۔

''عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہﷺ یاتی علی الناس زمان فیغزوافئام من الناس فیقال هل فیکم من صاحب رسول اللہﷺ فیقولون نعم فیفتح لهم ثم یاتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس فیقال هل فیکم من صاحب اصحاب رسول اللہﷺ فیقولون نعم فیفتح لهم ثم یاتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس فیقال هل فیکم من صاحب من صاحب اصحا ب رسول اللہ ﷺ فیقولون نعم فیفتح لهم''

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہا ہو؟ پس وہ لوگ کہیں گے: ہاں۔ تو انہیں (صحابی کے صدقے) فتح عطاء کر دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں پھر انہیں اس تابعی کے توسل سے فتح عطاء کر دی جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک کثیر جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کی صحبت پانے والوں کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے: ہاں تو انہیں تبع تابعی کے توسل سے فتح عطاء کر دی جائے گی۔"(30)

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں اللہ کے بندوں سے مدد کی تلقین کی گئی ہے:

"عن عتبہ بن غزوان عن نبی اللہ ﷺ قال اذا اضل احدکم شیئا اراداحد کم عونا و ھوبارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباداللہ اغیثونی یا عباد اللہ اغیثونی فان للہ عباد لا نرھم وقد جرب ذلک"

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوانؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی شے گم ہو جائے یا تم میں سے کوئی مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو کہ جہاں اس کا کوئی مددگار بھی نہ ہو تو اسے چاہئے کہ یوں پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ یقیناً اللہ کے ایسے بھی بندے ہیں جنہیں ہم نہیں دیکھ سکتے اور تحقیق یہ تجربہ شدہ بات ہے۔(31)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی روایت میں اللہ کے نیک بندوں کی حاجت روائی کا تذکرہ پایا جاتا ہے:

"عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ خلقاخلقھم لحوائج الناس تفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولئک الامنون من عذاب اللہ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ کے کچھ خاص بندے ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخلوق کی حاجت روائی کے لیے خاص فرمایا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لے کر آتے ہیں (وہ حاجت روائی کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے وہ خاص بندے عذاب الٰہی سے امان میں ہیں۔(32)

تصور وسیلہ احادیث کی روشنی میں

"سنن ترمذی" میں آپ ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنایا گیا ہے، روایت حضرت عثمان بن حنیف سے یوں مروی ہے:

"حضرت عثمان بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے نبی ﷺ سے عرض کیا: آپ اللہ سے دعاء کیجیے کہ اللہ مجھے ٹھیک کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں دعاء کروں اور اگر تم چاہو تو میں اس کو مؤخر کر دوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ اس نے کہا: آپ دعاء کر دیجیے آپ ﷺ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح سے وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعاء کرے: اے اللہ میں تیرے نبی محمد ﷺ کی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو۔ اے اللہ میرے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرما۔"(33)

اسوہ صحابہ اور تصور وسیلہ

''صحیح بخاری''، میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کے نزول کی روایت یوں مرقوم ہے:

''حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے وسیلہ سے بارش کی دعاء کرتے اور یہ عرض کرتے: اے اللہ ہم اپنے نبی کے وسیلہ سے بارش کی دعاء کیا کرتے تھے تو تُو ہم پر بارش برساتا تھا (اب) ہم اپنے نبی ﷺ کے عم کو تیری طرف وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ تو تُو ہم پر بارش نازل فرما۔ حضرت انسؓ نے کہا: پھر لوگوں پر بارش ہوئی۔''(34)

اصحاب رسول کے نزدیک محبوب وسیلہ

''مسند احمد بن حنبل''، میں محبوب وسیلہ کے بارے یوں مرقوم ہے:

''عبد الرحمن بن یزید روایت کرتے ہیں کہ محمد ﷺ کے اصحاب کو خوب علم تھا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ان میں سب سے زیادہ قرب الی اللہ کی طرف وسیلہ تھے۔''(35)

آیت وسیلہ اور شاہ اسماعیل دہلویؒ

آیت مذکورہ کے بارے شیخ اسماعیل دہلویؒ لکھتے ہیں:

''اہل سلوک اس آیت کو راہ حقیقت کے سلوک کی طرف اشارہ گردانتے ہیں اور مرشد کو وسیلہ سمجھتے ہیں۔ اس بناء پر حقیقی کامیابی اور مجاہدہ سے پہلے مرشد کو تلاش کرنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے سالکان حقیقت کے لیے یہی قاعدہ مقرر کیا ہے اس لیے مرشد کی رہنمائی کے بغیر اس راہ کا ملنا شاذ و نادر ہے۔''(36)

تجزیہ

احادیث مبارکہ کے مطالعہ سے عیاں ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام، اصحاب رسول ﷺ، تابعین اور تبع تابعین کے توسل سے امت کی مشکل کشائی فرماتے ہیں اور جنگل میں اللہ کے نیک بندوں سے استمداد کا حکم دیا گیا اور ان کی حاجت روائی کو مشروع قرار دیا گیا۔

سنت نبوی، اسوہ صحابہ اور تعامل امت کے تحقیقی مطالعہ سے عیاں ہوا کہ تصور وسیلہ کو ہر دور میں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ آپ ﷺ نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو اپنی ذات کا وسیلہ پکڑنے کی تلقین کی۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پکڑتے تھے اور محققین کی تحقیقی آراء اثبات وسیلہ پر دلالت کرتی ہیں۔

مسئلہ تحقیق: بعد از وصال وسیلہ کی شرعی حیثیت

اس بات کی تحقیق کی جائے گی کہ صاحب قبر کو وسیلہ بنانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس مسئلے پر سنت نبوی اور تعامل امت کا اسوہ کیا ہے؟ احادیث مبارکہ سے جائزہ لیا جائے گا کہ بعد از وصال توسل و استمداد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ احادیث مبارکہ کے تحقیقی مطالعہ کے بعد اس کی شرعی حیثیت کا تعین کیا جائے گا۔

توسل بالحیات کے تحقیقی مطالعہ کے بعد، بعد از وصال توسل کا شریعت اسلامیہ کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے گا، یعنی بعد از وصال توسل پر دلالت کرنے والی احادیث کا جائزہ لیا جائے گا۔

توسل قبور انبیاء و صالحین

ابوالجوزاء کی بیان کردہ روایت کے مطابق عام الفتق کو روضہ انور کے باعث بارشیں ہوئیں۔

''عن ابی الجوزاء اوس بن عبداللہ قال قحط اهل المدینه قحطا شدیدا فشکوا الی عائشة رضی اللہ عنهما فقالت انظرواقبر النبیﷺ فاجعلوا منه کوّی الی السماء حتی لایکون بینه وبین السمآء سقف قال ففعلوا فمطرنا عام الفتق''

ترجمہ: حضرت ابوجوزاءاوس بن عبداللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس جاؤ اور وہاں سے ایک کھڑی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔ راوی کہتا ہے لوگوں نے ایسا ہی کیا، تو بہت بارش ہوئی۔ یہاں تک کہ خوب سبزہ اگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہوگئے کہ جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ اس سال کا نام ہی عام الفتق پھٹنے کا سال رکھ دیا گیا۔(37)

حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق روضہ انور پر استغاثہ کے بعد بارش کا نزول ہوا۔

''عن مالک الدارؓ قال اصحاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبیﷺ فقال یارسول اللہ!استسق لامتک فانهم قدهلکوافاتی الرجل فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انکم مسقیون وقل له علیک الکیس علیک الکیس فاتی عمر فاخبره فبکی عمر ثم قال یارب لاآلو الا ماعجزت عنه''

ترجمہ: حضرت مالک دارؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ پھر ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی قبر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ (اللہ تعالیٰ) سے اپنی امت کے لیے سیرابی مانگیں کیوں کہ وہ ہلاک ہوگئی ہے۔ حضور ﷺ خواب میں اس صحابی کو ملے۔ فرمایا: عمر کے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کیے جاؤ گے اور عمر سے (یہ بھی) کہہ دو کہ دین کے دشمن تمہاری جان لینے کے درپے ہیں۔ عقل مندی اختیار کرو۔ عقل مندی اختیار کرو۔ پھر وہ صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں خبر دی تو حضرت عمرؓ رو پڑے اور فرمایا: اے اللہ میں کوتاہی نہیں کرتا مگر یہ کہ عاجز ہو جاؤں۔(38)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت کے مطابق مؤمن کو جنگل میں اللہ کے بندوں سے مدد مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

''عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ اذا انفلتت دابة احدکم بارض فلاة فلیناد یا عباداللہ۔احبسو علی۔ یاعباد اللہ احبسواعلی کان للہ فی الارض حاضراً سیحبسه علیکم''

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی سواری جنگل بیابان میں چھوٹ جائے تو اس (شخص کو (یہ) پکارنا چاہئے۔ اے اللہ کے بندو میری سواری پکڑا دو۔ اے اللہ کے بندو میری سواری پکڑا دو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے بندے اس زمین میں ہوتے ہیں۔ وہ تمہیں (سواری) پکڑا دیں گے۔(39)

تجزیہ

احادیث مبارکہ کے تحقیقی مطالعہ سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے توسل سے اللہ تعالیٰ فتح عطاء فرماتا تھا۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق جنگل میں اللہ کے بندوں سے مدد مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ابی الجوزاء کی روایت کے مطابق عام الفتق کو بارشوں کے نزول کا سبب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں استغاثہ تھا۔ مالک دار کی روایت میں روضہ انور پر استغاثہ کے بعد بارش کا نزول ہوا۔

استمداد از روئے حدیث

اس بات کی تحقیق کی جاتی ہے کہ کیا استمداد کا حدیث مبارکہ میں تصور پایا جاتا ہے؟ علامہ احمد قسطلانیؒ نے استمداد کے بارے ایک حدیث نبوی کو یوں نقل کیا ہے:

''(طبرانی نے) ''معجم صغیر'' میں اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور ﷺ وضو فرمارہے تھے تو آپ ﷺ نے دوران وضو تین بار فرمایا: لبیک اور تین بار فرمایا: تمہاری مدد کی گئی۔ جب حضور ﷺ وضو کر کے آئے تو میں نے پوچھا آپ نے تین بار ''لبیک اور تین بار ''مدد کی گئی'' فرمایا، جیسے کسی انسان سے گفتگو کر رہے ہوں کیا آپ کے ساتھ کوئی شخص تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنو کعب کا ایک شخص تھا۔ جو رزمیہ شعر پڑھ کر مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔''(40)

حدیث استمداد کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا کہ محدثین کے ہاں تصور استمداد کیا ہے۔ حدیث مذکورہ کی شرح میں علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ نے جو حضرت میمونہؓ کو اس فریادی کے آنے سے پہلے اس کی فریاد کی خبر دی۔ یہ حضور ﷺ کے علم نبوت میں سے بالکل ظاہر ہے یا اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی حضور ﷺ کو مطلع کیا اور آپ ﷺ نے جان لیا کہ وہ فریادی اپنے آپ سے یا اپنے احباب سے کیا کہہ رہا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے اس فریادی کی پکار کا جواب دیا۔''(41)

ابن حجر عسقلانیؒ ''فتح الباری'' میں مذکورہ حدیث کے بارے لکھتے ہیں:

''طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ دوران وضو فرمارہے تھے کہ تمہاری مدد کی گئی، تمہاری مدد کی گئی۔ حضرت میمونہؓ نے حضور ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنی کعب کا ایک فریادی تھا۔ جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔''(42)

ابن حجر عسقلانیؒ نے ''الاصابہ فی تمییز الصحابہ'' میں ان الفاظ میں حدیث کو رقم کیا ہے:

''اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک شب حضور ﷺ نے ان کے ہاں قیام فرمایا۔ پھر حضور ﷺ وضو کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے تین بار لبیک فرمایا۔ پھر تین بار ''تمہاری مدد کی گئی'' فرمایا میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ کسی انسان سے کلام فرمارہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنی کعب کا فریادی تھا جو مجھ سے مدد طلب کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔''(43)

علامہ حلبیؒ نے ''انسان العیون'' میں مذکورہ حدیث کو یوں بیان کیا ہے:

''حضرت میمونہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک شب ان کے پاس تھے۔ حضرت میمونہ نے سنا کہ حضور ﷺ نے تین بار ''لبیک'' اور تین بار تم مدد کیے گئے ہو، فرمایا۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو میں نے عرض کیا: حضور! میں نے

آپ ﷺ سے تین بار لبیک اور تین بار تم مدد کیے گئے ہو سنا، کیا آپ ﷺ کسی انسان سے گفتگو فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ بنو کعب کا ایک فریادی تھا جو کہہ رہا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنو بکر کی مدد کی ہے۔"(44)

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب لکھتے ہیں:

"طبرانی نے اپنی "معجم صغیر" میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے ایک شب سنا آپ ﷺ نے تین بار لبیک اور تین بار تیری مدد کی گئی فرمایا، انہوں نے پوچھا: کیا آپ کے پاس کوئی انسان تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بنی کعب کا فریادی تھا۔ جو مجھ سے مدد طلب کرتا تھا اور کہتا تھا کہ قریش نے ان کے خلاف بنی بکر کی مدد کی ہے۔"(45)

تجزیہ

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے انبیاء و رسل کو بھیج کر توسل کا راستہ اختیار کیا۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے کتب و صحف کا نزول کیا۔ احادیث مبارکہ کے تحقیقی مطالعہ سے عیاں ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے توسل سے امت کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ نے حل کیا۔ یوں ہی حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ و تابعین کے توسل سے امت مصطفوی ﷺ کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ نے رفع کیا۔ یوں ہی طبرانی کی روایت میں بندوں کی مشکلات کو عباد اللہ کے ذریعے حل کرنے کا بیان موجود ہے۔ طبرانی کی روایت جو کہ ام المومنین حضرت میمونہؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک فریادی کی فریاد پر تین مرتبہ مدد کے لیے لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے فریادی کے بارے میں بتایا کہ قریش کے مقابلے میں اس شخص کی میں نے مدد کی۔ اس روایت کو ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری، علامہ حلبیؒ نے عیون الانسان میں، عبداللہ بن عبدالوہابؒ نے مختصر سیرت رسول میں نقل کیا ہے۔ استمداد سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

نقد تعویذ ودم

مزارات صوفیہ سے متعلقہ امور میں سے ایک اہم مسئلہ تعویذ و دم ہے۔ ناقدین تصوف اس فعل کو شرک کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ غلام احمد پرویز نے تعویذات و دم پر نقد کیا، اس کے خیال میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اس روایت پر عمل پیرا ہیں لیکن ان روایات کا صدر اسلام میں کوئی وجود نہیں اور اس کے متعلقہ تمام روایات وضعی ہیں۔ غلام احمد پرویز کے نزدیک تمام مکاتب فکر میں تعویذات کا سلسلہ جاری ہے۔ اس پر اپنے تاثرات کا اظہار یوں نقل کرتے ہیں:

"برصغیر ہند و پاک میں دارالعلوم دیوبند سے وابستہ حضرات اس گروہ کے ممتاز نمائندے ہیں۔ اہل حدیث اور اہل سنت کے باہمی مناظرے اور مباحث آئے دن ہوتے رہتے ہیں۔ ان تمام اختلافات کے باوجود یہ معلوم کر کے آپ حیران ہوں گے کہ جہاں تک کشف والہام کرامات، پیش گوئیوں، ورد و وظائف اور گنڈے تعویذ کا تعلق ہے یہ سب ان باتوں کے قائل بھی ہیں اور ان پر عامل بھی۔"(46)

موصوف کے نزدیک اہل اسلام کے تمام فرقوں میں تعویذ و دم کا رواج عام ہے۔ موصوف کے نزدیک صدر اسلام میں اس قسم کی روایات کا تصور موجود نہ تھا اور اس کے متعلقہ روایات وضعی ہیں۔ تعویذات پر غلام احمد پرویز نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ ملک میں قرآنی نظام نافذ ہو جس میں کوئی ضرورت رکی نہ رہے، اسلام کے صدر اول میں جو ہمیں اس قسم کی خرافات کا نشان تک نہیں ملتا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں قرآنی نظام نافذ تھا۔ یہ جو ان تو ہم

پرستیوں کی سند میں اس دور کی روایات پیش کردی جاتی ہیں وہ سب وضعی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کا دامن ان سے پاک ہے۔ قوانین خداوندی پر ایمان، ان کی روحانیت اور ان قوانین کا عملی نفاذ اور اس کے انسانیت ساز نتائج ان کی کرامات تھیں۔"(47)

فکر غلام احمد پرویز کے مطابق تعویذات توہم پرستی کا نتیجہ ہے اور اس کے متعلقہ احادیث وضعی ہیں۔اس بات کی تحقیق مطلوب ہے کہ شریعت اسلامیہ میں تعویذات کی حیثیت کیا ہے۔ کیا تعویذات توہم پرستی کا نتیجہ ہیں یا احادیث مبارکہ میں اس کی سند موجود ہے اور روحانی شفاء کے بارے قرآن وسنت کا تصور کیا ہے۔

غلام احمد پرویز نے تعویذات پر نقد کرتے ہوئے دو سوالات اُٹھائے ہیں:

1. تعویذات سے متعلق تمام احادیث وضعی ہیں۔
2. تمام قسم کے خرافات صدر اول میں موجود نہ تھے۔

مسئلہ تحقیق: شریعت اسلامیہ کا تصورِ تعویذ ودم

کیا قرآن وسنت میں تعویذات یعنی روحانی شفاء کا تصور موجود ہے یا سنت مبارکہ اس کی نفی کرتی ہے؟

قرآن کریم کی سورہ یونس روحانی شفاء کے بارے ہماری رہنمائی کرتی ہے:

"یاایھاالناس قد جآء تکم موعظة من ربکم و شفآء لمافی الصدور وھدی ورحمة للمومنین"(48)

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک عظیم نصیحت آگئی اور دلوں کی بیماری کی شفاء آگئی اور وہ مؤمنین کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو دلوں کی بیماری کے لیے شفاء اور مؤمنین کے لیے رحمت وہدایت قرار دیا۔ مفسرین امت کی تحقیقی آراء کی روشنی میں تعویذات کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔ سید محمود آلوسیؒ روحانی شفاء کے بارے یوں بیان کرتے ہیں:

"اور یہ بات بعید نہیں ہے کہ بعض دل کی بیماریاں، جسمانی بیماریوں کا سبب ہو جاتی ہیں۔ کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حسد اور کینہ دل کی بیماری ہے اور اس سے بعض جسمانی بیماریاں بھی ہو جاتی ہیں اور ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید پڑھنے کی برکت سے جسمانی امراض دور فرما دیتا ہے۔"(49)

مفتی محمد شفیعؒ "معارف القرآن" میں روحانی علاج کے بارے یوں لکھتے ہیں:

"درحقیقت قرآن ہر بیماری کی شفاء ہے خواہ قلبی وروحانی ہو یا بدنی اور جسمانی، علمائے امت نے کچھ روایات وآثار سے اور کچھ اپنے تجربوں سے آیات قرآنی کے خواص وفوائد مستقل کتابوں میں جمع بھی کر دیئے ہیں۔ امام غزالیؒ کی کتاب خواص قرآنی اس کے بیان میں مشہور ومعروف ہے۔ جس کی تلخیص حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اعمال قرآنی کے نام سے فرمائی ہے اور مشاہدات وتجربات اتنے ہیں کہ ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن کریم کی مختلف آیتیں مختلف امراض جسمانی کے لیے بھی شفاء کلی ثابت ہوتی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ نزول قرآن کا اصلی مقصد قلب وروح کی بیماری کو ہی دور کرنا ہے اور حتمی طور پر جسمانی بیماریوں کا بھی بہترین علاج ہے۔"(50)

قرآن کریم جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی بیماری کے لیے شفاء ہے۔ اس سلسلے میں آثار وروایات کا تحقیقی مطالعہ کیا جاتا ہے۔

مسئلہ تعویذ و دم احادیث کی روشنی میں

دم کے بارے کتاب ''صحیح بخاری''میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی گئی ہے:

''حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوتے تو اپنے اوپر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذبرب الناس پڑھ کر دم فرماتے اور اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے۔ پھر جب آپ ﷺ اس مرض میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہو گئی۔ تو میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر آپ ﷺ پر دم کرتی جن کو پڑھ کر آپ ﷺ دم فرماتے تھے اور نبی ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم پر پھیرتی تھی۔''(51)

دم کے بارے یوں ہی حضرت عائشہؓ سے ایک روایت ''صحیح مسلم''میں نقل کی گئی ہے:

''حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کے اہل میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ ﷺ اس کے اوپر قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر دم فرماتے۔''(52)

جسمانی شفاء کے بارے امام بیہقیؒ نے ''شعب الایمان''میں ایک روایت کو نقل کیا ہے:

''حضرت واثلہ بن الاسقعؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے حلق میں درد کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم قرآن پڑھنے کو لازم رکھو۔''(53)

ایک روایت قرآنی شفاء کے بارے ''ابن ماجہ''میں نقل کی گئی ہے:

''حضرت علیؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین دواء قرآن ہے۔''(54)

''سنن ابو داؤد''میں پھوڑے کے دم کے متعلق ایک روایت یوں نقل کی گئی ہے:

الشفاء بنت عبداللہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت حفصہؓ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم اس کو پھوڑے کا دم کیوں نہیں سکھاتی جس طرح تم نے اس کو لکھنا سکھایا ہے۔''(55)

''سنن کبریٰ''میں دم کے متعلق ایک روایت نقل کی گئی ہے:

''سہیل بن حنیف سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دم صرف بیمار شخص یا سانپ یا بچھو کے ڈسے ہوئے میں ہے''(56)

''سنن ترمذی''میں دم کے متعلق ایک روایت نقل کی گئی ہے:

''حضرت عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دم صرف نظر بد یا سانپ یا بچھو کے ڈسنے میں (زیادہ مؤثر) ہے۔''(57)

دم کی اباحت کے متعلق ایک حدیث مبارکہ کتاب ''صحیح مسلم''میں نقل کی گئی ہے:

''عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم زمانہ جاہلیت میں دم کرتے تھے۔ یا رسول اللہ! آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے دم کے کلمات مجھے پڑھ کر سناؤ۔ فرمایا: اس وقت تک دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ ان میں شرکیہ کلمات نہ ہوں''(58)

تعویذ کی شرعی حیثیت

حدیث مبارکہ سے تعویذ کے بارے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ کی تعویذ کے بارے کیا تعلیم تھی۔ سنن ترمذی میں ایک روایت یوں منقول ہے:

''حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا سے روایت کرتے ہیں۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی شخص نیند سے ڈر جائے تو وہ یہ دعاء کرے ''اعوذبکلمات اللہ التامة من غضبه وعقابه و شرعباده ومن همزات الشيطان وان يحضرون'' تو پھر شیاطین اس کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے بالغ بچوں کو اس دعاء کی تلقین کرتے تھے اور جو نابالغ بچے تھے ان کے گلے میں ایک کاغذ پر یہ دعاء لکھ کر لٹکا دیتے تھے۔''(59)

مذکورہ حدیث سنن ابوداؤد، مسند احمد، المستدرک، حاکم، کتاب الآداب، بیہقی، مصابیح السنہ، مشکوٰۃ المصابیح، المصنف لابن ابی شیبہ میں مرقوم ہے۔ مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام تعلیم رسول اللہ ﷺ کے مطابق اپنے نابالغ بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکا دیا کرتے تھے۔

تجزیہ

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے عیاں ہوا کہ قرآن کریم جسمانی وروحانی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔ آپ ﷺ اپنی بیماری کی صورت میں قرآن کریم پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک سائل کو حلق میں درد کے باعث قرآن کریم پڑھنے کی تلقین کی اور قرآن کو بہترین دواء قرار دیا اور آپ ﷺ نے اس دم کو ممنوع قرار دیا جس میں شرکیہ کلمات کی آمیزش ہو اور آپ ﷺ کے وصال کی علالت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ ﷺ پر قرآن پڑھ کر دم کیا کرتی تھیں۔ غلام احمد پرویز کا تعویذات پر نقد عقل کے باعث ہوا اور یہ عقلی فکر وحی الٰہی سے عاری ہے، البتہ قرآن وسنت شرعی دم کی تائید کرتے ہیں۔

غلام احمد پرویز کا عرس پر نقد

مزارات صوفیہ سے متعلقہ امور میں سے ایک اہم مسئلہ عرس ہے۔ غلام احمد پرویز اسے عیسائیت سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ پرویز کے نزدیک لفظ عرس عیسائی تصوف میں عرس مسیح سے ماخوذ ہے، وصال و عرس مترادف المعنی الفاظ ہیں۔ پرویز ''تصوف کی حقیقت'' میں لفظ عرس کے مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں:

''آپ کو معلوم ہے کہ ان بزرگوں کے یوم وفات کی تقریب کو عرس کیوں کہا جاتا ہے۔ تقریب عروسی کے دعوت نامے تو آپ کو آئے دن موصول ہوتے رہتے ہوں گے۔ اسی سے عرس کا مفہوم سمجھ میں آسکتا ہے اور اس کے بعد وصال کا بھی۔ عیسائی تصوف میں راہبات تجرد کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ ان کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ ان کی شادی خدائے مسیح کے ساتھ ہو جاتی ہے اسی جہت سے انہیں عروس مسیح کہتے ہیں۔ اس سے یہ اصطلاح اور تصور ہمارے تصوف میں آ گئے۔ اسی جہت سے صوفیہ کی وفات کو وصال اور اس کی تقریب کو عرس کہا جاتا ہے۔''(60)

فکر غلام احمد پرویز کے مطابق عیسائیت میں راہبات تجرد کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کی شادی نعوذ باللہ خدائے مسیح سے ہو گئی۔ اس جہت سے انہیں عروس مسیح کہا جاتا ہے۔ سو صوفیا کے وصال پر یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ غلام احمد پرویز کے نقد کا تحقیقی مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ زیارت قبور اور عرس کی شرعی حیثیت کا تعین شریعت اسلامیہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے گا۔ اگر عرس کی تحقیق کی

جائے تو معلوم ہو گا کہ عرس دو امور پر مشتمل ہے۔ سال کے بعد زیارت قبور اور اصحاب قبور کے بارے کلمات تعریف و توصیف، ان دونوں امور کی تحقیق مطلوب ہے۔ عرس کی تحقیق سے قبل تحقیق اس بات کی کہ زیارت قبور کی حقیقت کیا ہے اور اس کا شرعی حکم کیا ہے۔

مسئلہ تحقیق: زیارت قبور اور صاحب قبر کی تعریف و توصیف

تحقیق زیارت قبور

احادیث مبارکہ میں زیارت قبور کا حکم صادر ہوا اور یہ سنت رسول ﷺ کے درجے میں شامل ہے۔ صحیح مسلم میں مرقوم حدیث مبارکہ میں ممانعت کے بعد زیارت قبور کا حکم دیا گیا ہے:

''عن ابن بريدة عن ابيه قال قال رسول اللهﷺ نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها''

ترجمہ: حضرت ابن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ تم ان کی زیارت کیا کرو۔(61)

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ امت قبروں کی زیارت کے لیے جایا کرے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے روضے کی زیارت کے لیے جنت کی خوشخبری سنائی۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من زار قبرى و جبت له شفاعتى''

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔(62)

حضرت سلیمانؒ کی روایت میں قبر کی زیارت کا حکم یوں منقول ہے:

''عن سليمان بن بريدة عن ابيه عن النبىﷺ انه قال نهيناكم عن زيارة القبور وقد اذن لمحمد فى زيارة قبرامه فزوروها ولاتقولواهجرا''

ترجمہ: سلیمان بن بریدہ سے روایت ہے۔ وہ اپنے والد حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، ہم نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ محمد ﷺ کو اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرنے کا اذن دے دیا گیا۔ سو اب تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو اور بے ہودہ باتیں مت کیا کرو۔(63)

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روضہ رسول پر حاضری کے متعلق روایت حضرت داؤد بن صالح سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں:

''کہ ایک روز خلیفہ مروان بن الحکم روضہ رسول ﷺ کے پاس آیا اور اس نے دیکھا کہ ایک آدمی حضور ﷺ کی قبر انور پر اپنا منہ رکھے ہوئے ہے۔ مروان نے اسے کہا: کیا تو جانتا ہے کہ تو یہ کیا کر رہا ہے جب مروان اس کی طرف بڑھا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے جواب دیا: نعم جئت رسول اللهﷺ ولم آت الحجر ترجمہ: ہاں میں جانتا ہوں کہ میں کیا کر رہا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا''(64)

عمر بن عبدالعزیزؒ کا معمول مبارک

''حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا معمول مبارک تھا کہ وہ کسی زائر کے ذریعے روضہ رسول ﷺ پر اپنا سلام بھیجتے۔ یزید بن ابی سعید المعتبری بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ حاضر ہوا جب میں نے انہیں الوداع کہا۔ تو انہوں نے فرمایا: مجھے آپ سے ایک

ضروری کام ہے پھر فرمایا: اذااتیت المدینة ستری قبر النبیﷺ فاقرئه منی السلام جب آپ مدینہ منورہ حاضر ہوں تو حضور نبی کریمﷺ کی قبر مبارک پر حاضری دے کر میری طرف سے (آپ کی خدمت میں) سلام عرض کرنا"(65)

"حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا معمول مبارک تھا کہ وہ شام سے ایک قاصد کو حضورﷺ کی بارگاہ میں سلام کے لیے بھیجتے۔ کان عمر بن عبدالعزیز یوجه بالبرید قاصداً الی المدینة لیقرئ عنه النبیﷺ ترجمہ: حضرت عمر بن عبدالعزیز کا معمول تھا کہ آپ ایک قاصد کو شام سے بارگاہ نبویﷺ میں اپنی طرف سے درود و سلام کا ہدیہ پیش کرنے کے لیے بھیجا کرتے تھے"(66)

تجزیہ

احادیث مبارکہ کے تحقیقی مطالعہ سے عیاں ہوا کہ قبروں کی زیارت رسول اللہﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ نبیﷺ نے ممانعتِ زیارتِ قبور کے بعد زیارت قبور کا حکم ارشاد فرمایا۔ جلیل القدر صحابہ کرام کی سنت سے زیارت قبور ثابت ہے۔ آپﷺ کی قبر کی زیارت کے بدلے بندہ مؤمن کو شفاعت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

عرس پر نقد کا تحقیقی جائزہ

اس بات کی تحقیق کی جاتی ہے کہ لفظ عرس کی لفظی و اصطلاحی حیثیت کیا ہے۔ شریعت اسلامیہ میں عرس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ غلام احمد پرویز نے عرس پر نقد کرتے ہوئے اسے عیسائیت سے ماخوذ قرار دیا ہے۔ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ کیا جائے گا تاکہ تصور عرس کی حقیقت عیاں ہو سکے۔

لفظ عرس کی تعریف

عرس کے لفظ کو عروس کی اصل قرار دیا گیا ہے اور عروس کا لفظ حدیث میں وارد ہوا ہے، اسی مناسبت سے عرس کے لفظ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

"سنن ترمذی" کی حدیث میں عروس کا لفظ مؤمن کے لیے استعمال ہوا ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبر میں منکر نکیر آکر سوال کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہا کرتے تھے اور جب مردہ یہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے تو اس کی قبر وسیع اور منور کر دی جاتی ہے اور اس سے کہتے ہیں کہ اس عروس کی طرح سو جاؤ جس کو اس کے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کے سوا کوئی بیدار نہیں کرتا۔"(67)

حقیقت عرس

اس بات کی تحقیق کی جاتی ہے کہ عرس کی حقیقت کیا ہے۔ علامہ غلام رسول سعیدی نے عرس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا:

"حدیث میں مؤمن کے لیے عروس کا لفظ وارد ہے۔ عروس کا لفظ عرس سے ماخوذ ہے اور یہ عرس کی لفظی اصل ہے عرس کی حقیقت یہ ہے کہ سال کے سال صالحین اور بزرگان دین کے مزارات کی زیارت کی جائے۔ ان پر سلام پیش کیا جائے اور ان کی تعریف و توصیف کے کلمات کہے جائیں اور اتنی مقدار سنت ہے اور قرآن شریف پڑھ کر اور صدقہ و خیرات کا انہیں ثواب پہنچانا یہ بھی دیگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔"(68)

عرس کی تحقیق

اس بات کی تحقیق کی جاتی ہے کہ ناقدین تصوف کے ہاں اس کی حیثیت و نوعیت کیا ہے۔

اس بات کی تحقیق کہ کیا عرس کا تصور مسلمانوں کے علاوہ دیگر الہامی مذاہب میں بھی اس کا کہیں ذکر ہے۔ سید ابوالا علیٰ مودودی نے مزار ہود علیہ السلام کا ذکر کر کے اس جگہ عرس کے ثبوت کے بارے یوں لکھا ہے:

''آج کے زمانہ تک بھی جنوبی عرب کے باشندوں میں یہی بات مشہور ہے کہ عاد اسی علاقہ میں آباد تھے موجودہ شہر مکلا سے تقریباً 152 میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب میں حضر موت میں ایک مقام ہے جہاں لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ہود کے نام سے ہی مشہور ہے ہر سال پندرہ شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔ یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جنوبی عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا کم از کم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقامی روایات اسی علاقہ کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہے۔''(69)

مولانا مودودی کی نقل کردہ روایت سے معلوم ہوا کہ غیر الہامی مذاہب کے ہاں بھی زیارت قبور اور عرس کا تصور پایا جاتا ہے۔ اس بات کی تحقیق کی جاتی ہے کہ کیا سنت رسول ﷺ اور تعامل صحابہ سے وصال کے بعد مزارات پر جانا اور وہاں کلمات تعریف و توصیف کہنا ثابت ہیں۔

عرس اور سنت رسول ﷺ

امام واقدیؒ نے رسول اللہ ﷺ کے زیارت قبور کے عمل مبارک کو یوں نقل کیا ہے:

''رسول اللہ ﷺ ہر سال شہداءاُحد کی قبروں کی زیارت کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ گھاٹی میں داخل ہوتے تو بہ آواز بلند فرماتے: السلام علیکم۔ یوں کہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہر سال اسی طرح کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔''(70)

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنیؓ ہر سال شہداءاُحد کی قبروں پر جایا کرتے تھے۔ گویا ہر سال تواتر کے ساتھ قبروں پر جانا سنت رسول ﷺ اور سنت خلفاء الراشدین ہے۔ سنت رسول ﷺ اور تعامل صحابہ سے ہر سال قبر کی زیارت کے لیے جانا اور کلمات تعریف اور توصیف کہنا ثابت ہوا۔

تجزیہ

احادیث کے تحقیقی مطالعہ سے عیاں ہوا کہ لفظ عرس حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہے۔ عرس کی اصل زیارت قبور اور وہاں جا کر صالحین پر سلام پڑھنا اور ان کی تعریف و توصیف کے کلمات کہنا، قرآن کریم کی تلاوت اور صدقہ و خیرات کرنا یہ شریعت اسلامیہ سے مشروع و مباح ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی خرافات ہیں شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔

حوالہ جات

1۔ پرویز، غلام احمد، **تصوف کی حقیقت**، (لاہور: ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، سن اشاعت 2008ء)، ص 183۔

2۔ ایضاً، ص 134۔

3۔ اصفہانی، محمد راغب، **المفردات**، (مکہ مکرمہ: مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، سن اشاعت 1418ھ)، 630/2۔

4۔ عسقلانی، احمد بن علی، **فتح الباری**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1420ھ)، 434/13۔

5۔ سورۃ الدھر 29:76۔

6۔ طبری، محمد بن جریر، **جامع البیان**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1415ھ)، 259/29۔

7۔ قرطبیؒ مالکی، احمد بن عمر، **المفھم**، (بیروت: مطبوعہ دار ابن کثیر، سن اشاعت 1417ھ)، 607/4۔

8۔ حجاج، مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سن اشاعت 1417ھ)، رقم الحدیث: 2535۔

9۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1412ھ)، رقم الحدیث: 6697۔

10۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، **سنن ابوداؤد**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1414ھ)، رقم الحدیث: 3289۔

11۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1412ھ)، رقم الحدیث: 6608۔

12۔ نسائی، احمد بن شعیب، **سنن نسائی**، (بیروت: مطبوعہ دار المعرفہ، سن اشاعت 1412ھ)، رقم الحدیث: 1538۔

13۔ قاضی، عیاض بن موسیٰ، **اکمال المعلم بفوائد مسلم**، (بیروت: مطبوعہ دار الوفاء، سن اشاعت 1419ھ)، 387/5۔

14۔ الجزری، محمد بن الاثیر، **النہایۃ**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1418ھ)، 33/5۔

15۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **سنن ترمذی**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1414ھ)، رقم الحدیث: 1568۔

16۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، **سنن ابوداؤد**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1414ھ)، رقم الحدیث: 3297۔

17۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1412ھ)، رقم الحدیث: 6704۔

18۔ ایضاً، رقم الحدیث: 3319۔

19۔ نسائی، احمد بن شعیب، **سنن نسائی**، (بیروت: مطبوعہ دار المعرفہ، سن اشاعت 1412ھ)، رقم الحدیث: 3833۔

20۔ ابن عابدین، محمد امین، **ردالمختار**، (بروت: مطبوعہ دار حیاء التراث العربی، سن اشاعت 1407ھ)، 415/5۔

21۔ حجاج، مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سن اشاعت 1417ھ)، رقم الحدیث: 2985۔

22۔ سورہ بقرہ 186:02۔

23۔ پرویز، غلام احمد، **تصوف کی حقیقت**، (لاہور: ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، سن اشاعت 2008ء)، ص 221۔

24۔ ایضاً، ص 107۔

25۔ اصفہانی، محمد راغب، **المفردات**، (مکہ مکرمہ: مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ، سن اشاعت 1418ھ)، 523/2۔

26۔ افریقی، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، (ایران: سن اشاعت 1405ھ)، 724/11۔

27۔ الجزری، محمد بن اثیر، **النہایہ**، (ایران: سن اشاعت 1364ھ)، 185/5۔

28۔ ابن تیمیہ، احمد، **فتاویٰ ابن تیمیہ**، (مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز، سن ندارد)، 211/1۔

29۔ جزری، محمد بن محمد، **حصن حصین معہ تحفۃ الذاکرین**، (مصر: مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ، سن اشاعت 1350ھ)، ص 34۔

30۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، باب فضائل صحابہ، 1335/3، رقم الحدیث: 1407۔

31۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، **معجم الکبیر**، (مصر: مکتبہ ابن تیمیہ، سن ندارد)، رقم الحدیث: 10518، 218/1۔

32۔ ایضاً، رقم الحدیث: 13334، 358/12۔

33۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **سنن ترمذی**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1414ھ)، ج 5، رقم الحدیث: 3589۔

34۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، ج 1، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1412ھ)، رقم الحدیث: 6697۔

35۔ حنبل، احمد، **مسند احمد**، (بیروت: دار الفکر، سن ندارد)، 395/5۔

36۔ دہلوی، اسماعیل، **صراط مستقیم**، (لاہور: مطبوعہ سلفیہ، سن ندارد)، ص 50۔

37۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن، **سنن دارمی**، (بیروت: مکتبہ دار الکتاب العربی، سن اشاعت 1407ھ)، رقم الحدیث: 92، 56/1۔

38- ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، **المصنف**، (ریاض: مکتبۃ الرشید، سن اشاعت 1409ھ)، رقم الحدیث: 32002، 356/6-

39- طبرانی، **المعجم الصغیر**، رقم الحدیث: 992، 182/2-

40- قسطلانی، احمد، **مواہب اللدنیہ**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ، سن اشاعت 1416ھ)، 290/2-

41- عبدالباقی، محمد زرقانی، **شرح مواہب**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1393ھ)، 290/2-

42- عسقلانی، ابن حجر، **فتح الباری**، (لاہور: مطبوعہ دار نشر الکتاب الاسلامیہ، سن اشاعت 1420ھ)، 61/2-

43- عسقلانی، ابن حجر، **الاصابہ فی تمیز الصحابۃ**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ، سن ندارد)، 536/2-

44- صلبی، علی بن برہان، **انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون**، (بیروت: دار المعرفۃ)، 5/3-

45- محمد بن عبدالوہاب، عبداللہ، **مختصر سیرت الرسول**، ص 337-

46- پرویز، غلام احمد، **تصوف کی حقیقت**، (لاہور: ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، سن اشاعت 2008ء)، ص 174-

47- ایضاً، ص 183-

48- سورہ یونس 57:10-

49- آلوسی، محمود، **روح المعانی**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1417ھ)، 204/7-

50- مفتی، محمد شفیع، **معارف القرآن**، (کراچی: مطبوعہ ادارہ المعارف القرآن، سن اشاعت 1414ھ)، 543/4-

51- بخاری، محمد بن اسماعیل، **صحیح بخاری**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1412ھ)، رقم الحدیث: 4439-

52- حجاج، مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سن اشاعت 1417ھ)، رقم الحدیث: 2192-

53- بیہقی، احمد بن حسین، **شعب الایمان**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1401ھ)، رقم الحدیث: 2580-

54- ابن ماجہ، محمد بن یزید، **سنن ابن ماجہ**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1415ھ)، رقم الحدیث: 3501-

55- ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، **سنن ابوداؤد**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1414ھ)، رقم الحدیث: 3887-

56- بیہقی، احمد بن حسین، **سنن کبریٰ**، (ملتان: مطبوعہ نشر السنہ، سن ندارد)، 350/9-

57- ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **سنن ترمذی**، (بیرات: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1414ھ)، رقم الحدیث: 2057-

58- حجاج، مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سن اشاعت 1417ھ)، رقم الحدیث: 2200-

59- ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **سنن ترمذی**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1414ھ)، رقم الحدیث: 3528-

60- پرویز، غلام احمد، **تصوف کی حقیقت**، (لاہور: ادارہ طلوع اسلام ٹرسٹ، سن اشاعت 2008ء)، ص 99-100-

61- حجاج، مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، کتاب الجنائز، (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سن اشاعت 1417ھ)، رقم الحدیث: 22-

62- دار قطنی، علی بن عمر، **السنن دارقطنی**، (بیروت: مکتبہ دار المعرفہ، سن اشاعت 1966ء)، 278/2-

63- حجاج، مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، (مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، سن اشاعت 1417ھ)، رقم الحدیث: 2156-

64- حنبل، احمد، **المسند**، (بیروت: مکتبہ المکتب الاسلامی، سن اشاعت 1978ء)، 422/5-

65- حاکم، محمد بن عبداللہ، **المستدرک**، (بیروت: مکتبہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1990ء)، 560/4، رقم الحدیث: 8571-

66- بیہقی، احمد بن حسین، **شعب الایمان**، (بیروت: مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، سن اشاعت 1401ھ)، رقم الحدیث: 4166، 3/ 491-

67- ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **سنن ترمذی**، (بیروت: مطبوعہ دار الفکر، سن اشاعت 1414ھ)، رقم الحدیث: 1073-

68- سعیدی، غلام رسول، **تبیان القرآن**، (لاہور: فرید بک سٹال، سن اشاعت 2009ء)، 203/4-

69- ابوالاعلیٰ، سید مودودی، **تفہیم القرآن**، (لاہور: مکتبہ ادارہ ترجمان القرآن، سن اشاعت 1983ء)، 615/4-

70- الواقدی، محمد بن عمر، **کتاب المغازی**، (بیروت: مکتبہ عالم الکتب، سن اشاعت 1404ھ)، 313/1-